خانوادہ کی تکمیل اور معاشرہ کی تعمیر میں خواتین کا کردار

مہدی باقر خان

چند افراد پر مشتمل خانوادہ ہی سماجی تانے بانے کا بنیادی عنصر اور افکار واقدار، تہذیب وروایات کو آنے والی نسلوں تک پہونچانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ عام طور پر ایک خانوادہ کے جملہ افراد میں سب سے زیادہ ایک خاتون کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور کسی نہ کسی طرح اس گھر کی سعادت وبد بختی دونوں میں عورت ہی اصلی محرک قرار پاتی ہے۔

عورت اپنی تخلیق کے فطری تقاضوں کے پیش نظر اپنی زندگی کے تین اہم دور سے گزرتی ہے جسے ہم بیٹی، بیوی، اور ماں کے طور پر دیکھتے ہیں تاہم شرف مادری کو اس کی شخصیت کا نقطۂ کمال اور اس کی عظمتوں کا بام عروج سمجھا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے عورت کی زندگی کا پہلا مرحلہ یعنی بیٹی کہلانے کے وقت سے ہی اس کے وقار کو بحال کرنے کی طرف خصوصی توجہ کی ہے اور ہر اس تہذیب اور معاشرہ کی سخت سرزنش کی ہے جہاں اسکے ساتھ ظالمانہ اور تحقیر آمیز رخ رختیار کیا گیا۔ چنانچہ سورہ اسراء کی آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد ہوتا ہے: وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ۔۱۔ (اپنی اولاد کو فقر وتنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہیں جو انہیں اور تمہیں رزق دیتے ہیں بیشک انہیں قتل کرنا بڑا گناہ ہے) اسی طرح سورہ تکویر آیت نمبر ۸ اور ۹ میں ارشاد ہوتا ہے: وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ، بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ۔۲۔ اس وقت جب زندہ در گور کی گئی بیٹیوں سے متعلق پوچھا جائے گا کہ انہیں کس جرم میں قتل کیا گیا ہے؟

عورت کی زندگی کا دوسرا اہم مرحلہ اس کا بیوی ہونا ہے۔ قرآن کریم نے جہاں دیگر مخلوقات کے زوج ہونے کا ذکر کیا ہے وہیں اپنی اشرف الخلوق کو بھی اس رخ سے یاد کیا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ مرد وعورت کی زندگی کے بنیادی پہلوؤں کو اجاگر کر دیا ہے تاہم عورت کو مرد کی زندگی اور شخصیت کا مکمّل قرار دیا ہے چنانچہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۱، میں ارشاد ہوتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ

الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۔[۳] مزید برآں، عورت اور اس کے بیوی ہونے کے تعلق سے یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن کریم نے جب جب اچھے اور برے لوگوں کی مثال دینا چاہی تو دونوں موقعوں پر عورت کو بطور مثال پیش کیا چنانچہ جہاں ایک مثال زوجہ فرعون کی ہے وہیں دوسری مثال زوجۂ نوح اور لوط کی ہے۔ اچھے لوگوں کی مثال میں ارشاد ہوتا ہے: وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [۴]۔

بُرے لوگوں کی مثال دیتے ہوئے پروردگار ارشاد فرماتا ہے: ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ۔ [۵]۔

واضح رہے کہ قرآن کریم میں جب بھی ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سے بات شروع ہوئی ہے تو وہاں عورتوں کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ تربیت اولاد ہو یا تعمیر معاشرہ اس کے صالح اور غیر صالح ہونے میں عورت ہی کا بنیادی رول ہے۔

البتہ اس سلسلے کی آخری اور اہم کڑی عورت کا ماں ہونا ہے جس کا تربیت اولاد میں غیر معمولی کردار ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی فکری نشو ونما اور ذہنی ارتقاء پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض قرآنی محققین کی رو سے جناب نوح کے بیٹے کے گمراہی اختیار کر لینے کی وجہ اس کی ماں تھی جو خود بھی نوح پر اور ان کے خدا پر ایمان نہ رکھتی تھی چنانچہ بیٹے کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا، تاہم یہ رخ بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم نے صریحی اور واضح طور پر کہیں بھی عورت کو ماں کے طور پر قابل سرزنش نہیں جانا ہے۔ یہ اسلام کی تربیت اور ربوبیت کے تئیں، احترامی نقطۂ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔

ماں کی ذات اس کی اولاد کے لئے کتنی اہم ہوتی ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جناب موسیٰ نے دعا کی کہ پروردگار جنت میں میرا پڑوسی کون ہوگا؟ پروردگار عالم نے موسیٰ کے بڑھتے اصرار پر ایک شخص کا پتہ بتادیا۔ جناب موسیٰ اس خواہش میں کہ اپنے جنتی پڑوسی کو دیکھ لیں، اللہ کے بتائے ہوئے پتہ پر پہونچ گئے، مصر کے بازار میں اس کی ایک قصاب کی دوکان تھی، سلام واحوال پُرسی کے بعد موسیٰ بیٹھ گئے اور وہ شخص اپنے کاموں میں مصروف رہا، موسیٰ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ یا اللہ یہ میرا پڑوسی ہوگا! بہر کیف اس شخص نے جب یہ محسوس کر لیا کہ موسیٰ اس سے کوئی اہم اور تفصیلی بات کرنا چاہتے ہیں تو اس نے دکان بند کرنے کے بعد گھر چل کے بات کرنے کا وعدہ کر لیا چنانچہ اس کے مطابق وہ موسیٰ کو اپنے ہمراہ گھر لے گیا، گھر پہونچ کر بھی اس نے موسیٰ کو گھر کے باہری حصہ میں بٹھا کر خود اندر چلا گیا اور بہت

دیر تک سدھ نہ لی۔ موسیٰ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ ہر روز دکان سے گھر واپس آکر کھانا بناتا ہے ماں کو نہلاتا ہے، اس کے کپڑے بدلتا ہے اسے کھانا کھلاتا ہے پھر خود کھاتا ہے چنانچہ جناب موسیٰ نے بہت دیر کے بعد یہ منظر دیکھا کہ وہ شخص ایک ضعیفہ کو کھانا کھلا رہا ہے اور وہ عورت ہر لقمہ پر اس شخص سے کہہ رہی ہے خدا تجھے جنت میں موسیٰ کا پڑوسی قرار دے۔ اب موسیٰ سمجھ چکے تھے کہ اللہ نے کیوں اس شخص کو بہشت میں میرا پڑوسی قرار دیا ہے۔۶ مذکورہ واقعہ سے عظمت مادری کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے تاہم اسلام نے بعض مقامات پر عورتوں کو مردوں پر ترجیح دی ہے مثلاً ایک بچہ اپنے ماں باپ، دونوں کی اولاد ہوتا ہے لیکن اولاد کے لئے ماں کی خدمت کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے اور اس کی گردن پر ماں کا زیادہ حق ہوتا ہے۔ ماں کے تعلق سے اس کے فرائض زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو اور آپؐ نے اس کے ۳ بار پوچھنے پر یہی دہرایا، چوتھی بار اس کے پوچھنے پر فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ، بنابریں، خاندان میں بچوں پر ماں کا حق زیادہ ہوتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مائیں، تربیت اولاد میں غیر معمولی مشقتوں کا سامنا کرتی ہیں اور یہ عدل الٰہی کا تقاضا ہے کہ ان کی زحمات کا پاس رکھے چونکہ جس کی زحمتیں زیادہ ہوتی ہیں اس کا حق بھی زیادہ ہوتا ہے۔

خواتین کی اتنی اہم اور گرانقدر خدمات کے باوجود بھی آج معاشرہ میں جو ان کا مقام ہونا چاہئے وہ انہیں حاصل نہیں ہے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ خواتین کا سماجی تحفظ ایک انتہائی تشویشناک مسئلہ ہے، ہر لحظہ، ناامنی کا احساس دامنگیر ہے۔ صہیونی افکار اور مغربی اقدار پر استوار، میڈیا نے اس حیا کی مورت اور آبرو کی دیوی کو عالمی پیمانے پر "جنس ارزاں" کے طور پر پیش کرکے اس کی رسوائیوں میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے؛ ہمارے وطن عزیز ہندوستان کے سنسکار اور اس کی تہذیب پر اغیار کی یلغار نے ایسے حواس گم کیے ہیں کہ سماج اپنی سمت وسو کھو بیٹھا ہے۔ سیاسی جماعتوں اور اقتصادی شیادوں نے مالی ارتقا اور آزادی کے نام پر خواتین کو آلہ کار کے طور پر استعمال کیا ہے تاہم عالمی پیمانے پر عورتوں کے حقوق سے متعلق اٹھنے والی آوازوں اور ہنگاموں کے باجود آج بھی دنیا بھر میں اہم مناصب (Key post) مردوں ہی کا حصہ ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جو عورتوں کے حقوق کو لیکر سب سے زیادہ شور مچاتے ہیں اور رہبریت کے قائل ہیں وہ اس کو لیکر سنجیدہ نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں فیمنیزم (Feminism) کا نظریہ بھی خود اس بات پر دلیل ہے کہ عورتیں عالمی سطح پر حتی نام نہاد ترقی یافتہ ممالک میں بھی اپنی سماجی حیثیت سے متفق نہیں ہیں تاہم انہوں نے عورتوں کی خود مختاری کے لئے جو نعرہ دیا وہ اتنا غیر فطری تھا کہ خود فیمنیزم کے لئے قبر ثابت ہوا چنانچہ مسٹر کی ایلنگ (key Eleng) نے اپنے مقالہ

(the Faliure of Feminism) میں لکھا: فیمنیزم ہی وہ فلسفہ تھا جس کے سبب اچانک طلاق کی شرح میں غیر معمولی اضافہ ہونے لگا، ماں، باپ، بچوں اور گھر کو چھوڑ کر تلاش معاش میں نکل پڑے جس کی وجہ سے گھریلو رکھ رکھاؤ اور تربیت اولاد کا توازن بگڑ گیا، فیملیاں بکھرنے لگیں اور بہت جلد اس نعرہ کو بلند کرنے والے یہ سمجھ گئے کہ اتنا شور مچانے کے باوجود بھی انہیں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوتی نظر نہیں آتی چنانچہ بہت جلد یہ نظریہ بھی دم توڑ گیا۔۸؎

اسلام نے خواتین کو مردوں کے ساتھ معنوی مساوات بخشا۔ دونوں کو ایک دوسرے کا شریک زندگی قرار دیا اور دونوں کو ان کی مخصوص صلاحیتوں کے مطابق کردار اور ذمہ داریاں سونپی گئیں چنانچہ اسلام کی رو سے جس طرح زندگی کے ہر شعبہ میں مرد سرگرم عمل ہیں اسی طرح عورت بھی جملہ فرائض کی ادائیگی کے لئے آزاد ہے۔ یہ معاشرہ کی خرابی ہے کہ عورتوں کے لئے گھٹن کا ماحول بنتا جارہا ہے اور ظاہر ہے کوئی بھی باغیرت مرد یا باعزت گھرانہ نہیں چاہتا کہ اس کے گھر کی خواتین کی آبرو پر حرف آئے۔۹؎

یہی عورت ہے جس کے اخلاقی اور فکری آثار کو اس کے بچے میں دیکھا جاسکتا ہے کیونکہ بچے میں انسانی روح اس وقت پھونکی جاتی ہے جب وہ رحم مادر میں ہوتا ہے نہ کہ اس وقت جب وہ صلب پدر میں ہوتا ہے اور یہ ماں کی بچے پر تاثیر گزاریوں کے لئے کافی ہے چنانچہ اس تخلیقی اور تکوینی حقیقت کو ملحوظ خاطر رکھیں تو ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ جس طرح خانوادہ، معاشرہ کے عناصر ترکیبہ میں شمار ہوتا ہے اسی طرح عورت، خانوادہ کی تشکیل و تکمیل کا بنیادی جزو ہے۔

جس طرح ہر فرد کو اس کے طرز فکر اور طرز عمل کی بنیاد پر معاشرہ میں مقام حاصل ہوتا ہے، اسی طرح عورت کو بھی اس کا دینی اور اخلاقی طریقہ زندگی، سماج میں اسے تشخص عطا کرتا ہے۔ اسلامی شریعت نے عورت کے حقوق اور فرائض دونوں اسے ایک مستقل فرد (انسان) جان کر بیان کیے ہیں جس کے تعین میں بنیادی طور پر مرد سے تقابل کا پہلو کارفرما نہیں ہے چنانچہ اگر مرد و عورت پر مشتمل سارے انسان برابری کی ہوس کے بجائے اپنی حیثیت اور مقام کو پہچانتے ہوئے اپنے فرائض کی انجام دہی کی کوشش اور معینہ حقوق کے حصول کی سعی کریں تو معاشرہ میں ٹکراؤ کی صورت قائم نہیں ہوگی۔ اس مقام پر ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ صحتمند معاشرہ کی تعمیر اور خواتین کے مؤثر رول میں ان پیمانوں پر ضرور ایک نگاہ ڈالنا چاہئے جن سے عورتوں کے حقوق طے کیے جارہے ہیں۔ عام طور پر ساری دنیا کی موجودہ غیر متوازن سماجی صورت حال کی بنیادی وجہ، یہی کمزور پیمانے اور بونے معیارات ہی ہیں جو الٰہی اور اخلاقی اقدار سے عاری ہیں۔

بین الاقوامی برادری بالخصوص نام نہاد ترقی یافتہ ممالک نے عورتوں کے حقوق اور ان کی سماجی قدرو

منزلت بحال کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے انہیں جملہ اقتصادی اور معاشی محاذ پر لاکے کھڑا کیا یہاں تک کہ سیاسی گلیاروں اور حساس منصبوں تک پہونچا دیا تاکہ ان کے دعوؤں کو دلیل فراہم ہو سکے حالانکہ ہر قسم کی قومی اور بین الاقوامی ترقی اور پیشرفت میں خواتین کو اصلی حق اور وقار بخشنے کے بجائے اپنی کالا بازاری کو گرم رکھنے کے لئے انہیں بطور آلہ کار استعمال کرنا اور اس جہت میں غیر متوازن اور غیر فطری کوششیں کرنا دراصل خود اس بات کا اعلان ہے کہ آج بھی خواتین اپنے بنیادی حقوق کی رو سے پسماندہ ہیں اور ان کے حقوق کی بحالی کی مہم ترقی یافتہ ملکوں میں بھی ہنوز ایک خواب ہے۔

ظاہراً اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی سماجی قدر و منزلت کی پیائش اور اس کا تجزیہ کرتے وقت انکی شخصیت کے فطری تقاضوں خوشیوں، اور رضامندیوں کا خیال نہیں رکھا گیا۔

اسلامی تہذیب و تعلیمات نے عورت کے وقار کو نہ صرف بحال کرنے بلکہ بحال رکھنے کے لئے حیا اور پردہ کی خصوصی تاکید کی جو عورتوں کے تئیں اسلام کے قداست پسندانہ نقطہ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔ یہی عورت کے لئے وہ سپر ہے جس سے اس کی حیثیت اور اس کے وقار (Dignity) کو بحال رکھا جا سکتا ہے۔ جس کا درس ہمیں سیرت حضرت فاطمہ زہرا(س) سے ملتا ہے۔

سر دست اس سے قبل کہ ہم پردہ سمیت، عورت کے خانوادہ اور معاشرہ کے تعمیری رول اور بنت رسولؐ کی روش زندگی کے بعض پہلوؤں پر گفتگو کریں، چند سطریں آپ (س) کی معرفت کے باب میں لکھنا ضروری سمجھتے ہیں:

ایک عورت کی پوری زندگی کے جتنے رخ ہو سکتے ہیں، صدیقہ، طاہرہ، حضرت فاطمہ زہرا(س) ان سب کے لئے قیامت تک نمونہ عمل ہیں۔ آپ کے وجود ہی کے طفیل، عرب کے اس غیر متمدن دور میں صنف لطیف نے اپنی پوری تاریخ میں پہلی بار، خود کے باوقار اور آبرومند ہونے کا تجربہ کیا۔ آپ ہی تاریخ آدم و عالم کی وہ اکلوتی خاتون ہیں جو نبیوں سی خصوصیات سے آراستہ کرکے دنیا میں بھیجی گئیں۔

چنانچہ آغاز حیات سے ہی آپ کا وجود، بشری امتیازات سے مملو تھا۔ آپ نے اپنی زندگی انتہائی سادہ لوح طریقہ سے گزاری مگر انسانی تاریخ پر تربیت کے وہ نقوش چھوڑے جو اپنی مثال آپ ہیں، آپ کا آنگن، آیات الٰہی کی آماجگاہ اور تاریخ بشریت کے سب سے ممتاز افراد کی تربیت گاہ تھا۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے صالح خانوادہ اور صحتمند معاشرہ کی تعمیر کے لئے آپ کی سیرت مقدسہ اور تعلیمات اسلامیہ کا سہارا لیں۔

آج مرد و عورت دونوں کی بے حسی کے نتیجہ میں سماجی بے راہ روی بڑھتی جارہی ہے۔ عام زندگی میں خواتین کے لئے گھٹن کا سا ماحول بنتا جارہا ہے ایسے میں خواتین کا کردار غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے

چنانچہ انہیں اس رخ سے سوچنا ہوگا کہ اصلاح معاشرہ میں ہمارا بنیادی کردار ہے ٹھیک اسی طرح جیسے اس کی تخریب میں بھی بعض مغرب زدہ تہذیب کی علمبردار خواتین کا ہاتھ ہے۔ چنانچہ یہ کبھی ذہن میں نہ آنے پائے کہ ہم محض گھروں تک محدود ہیں اور سماج کے ہر کام پر صرف مردوں کی اجارہ داری ہے بالکل ویسے ہی جیسے بعض مرد یہ خیال کرتے ہیں کہ بچے پالنا، اس کی تربیت کرنا صرف عورتوں کا کام ہے بلکہ جیسے یہ ماں اور باپ دونوں کی ذمہ داری ہوتی ہے اسی طرح ایک صحتمند معاشرہ کی تعمیر، مرد، عورت دونوں کی مشترکہ کوشش ہونی چاہئے۔

تاہم اس سلسلے میں شاید عورتوں کے فرائض اور انکا رول غیر معمولی اہمیتوں کا حامل ہے چونکہ عورت، بیوی کی شکل میں اپنی زندگی کے حساس مرحلے میں داخل ہوتے ہی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر میں اہم حصہ داری کے طور پر ابھرتی ہے چنانچہ یہ اس پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اس کی بھاگتی، دوڑتی زندگی کی شکست وریخت سے نبرد آزما شوہر کے ساتھ کیسے پیش آئے تاکہ یہ مرد اس معاشرہ کی امن وصالحیت کا ذریعہ قرار پائے، اسے زندگی کے ہر موڑ پر امانت داری اور دیانت داری کا پاس ولحاظ رہے۔علاوہ ازیں، ایک ماں کی حیثیت سے بھی یہ عورت کی ہی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کی بہترین تربیت کرکے سماج کو ایسا مہذب فرد سپرد کرے جو عظیم انسانی، اسلامی اور اخلاقی اقدار کا پاسدار ہو۔ عورت کے ذریعے ہونے والی ان دونوں محاذوں پر ایک معمولی چوک، ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ چنانچہ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ کافی حد تک معاشرہ کی بھلائی یا برائی کا سلسلہ خواتین کی ذات سے وابستہ ہے۔

البتہ اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی شروعات عورتوں کی اخلاقی خودسازی سے ہوتی ہے جو ہمیں سیرت صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا (س) میں بدرجہ اتم دکھائی دیتی ہے۔ شہزادی کونین نے اپنے بابا رسول الثقلین کے اس جواب میں کہ عورت کے لئے سب سے قیمتی زیور کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: "نہ اس کی نظر نامحرم پر پڑے اور نہ کسی نامحرم کی نظر اس پر پڑے"، یہی وہ فلسفہ ہے جسے ہم اصطلاحاً حجاب کہتے ہیں تجزیاتی رخ سے دیکھیں تو اس روایت کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ چونکہ عورتوں کی نفسیات کے مطابق انہیں انکار زیور بہت عزیز ہوتا ہے لہٰذا جناب سیدہ نے خواتین کے لئے نمونہ عمل اور سیدہ عالمیان ہونے کی حیثیت سے ایک ایسی شی کو عورت کا بہترین زیور قرار دیا ہے جسے اپنے پاس رکھنے کے لئے مالی فقر وفاداری اور اقتصادی نابسامانی کا عذر بھی نہ پیش کیا جاسکے بلکہ جو قدرے دولت غیرت وایمان سے بہرہ مند ہیں وہ بآسانی اس قیمتی زیور کو اپنی زینت بنا سکتی ہیں جو بنت رسولؐ کو بھی پسند خاطر تھا۔

علاوہ ازیں، ازدواجی زندگی اور اطاعت شوہر کے حوالے سے بھی سیرت حضرت فاطمہ زہرا (س) دنیا بھر کی خواتین کے لئے اپنی مثال آپ ہے چنانچہ پوری تاریخ میں کوئی جعلی روایت بھی ایسی نہیں ملتی جس

میں درج ہو کہ جناب سیدہ نے تمام تر عسرت و تنگدستی کے باوجود کبھی حضرت علیؑ سے کوئی فرمائش یا شکوہ کیا ہو یا کبھی کہا ہو کہ تبلیغ دین، بابا کا مشن ہے آپ ہر روز دشمنوں سے روبرو ہوتے ہیں آپ کو کچھ ہو گیا تو ہمارا یا ہمارے بچوں کا کیا ہو گا؟! بلکہ متواتر روایات سے یہ ثابت ہے کہ جناب فاطمہ زہرا(س) راتوں کو ابالحسن (ع) کے زخم دھویا کرتی تھیں تاکہ رسول (ص) کا محافظ کل پھر تازہ دم ہو کر دین کی راہ میں نکل پڑے اور نبی خدا کا ساتھ دے سکے اور نتیجہ میں خدا کا مشن دنیا میں عام ہو سکے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا کوئی انفرادی عمل ہو یا اجتماعی کوشش، خواتین خانہ کی صالحیت، نیک مقصد اور مقدس اقدار کے تئیں دلسوزی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ شاید قرآن کریم نے ایسی خواتین کو ان فقروں کے ساتھ یاد کیا ہے: " فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ "

(ترجمہ) پس جو جو نیک بیویاں ہیں وہ اطاعت گزار ہیں اور اپنے شوہر کی غیبت میں اہم اشیاء و اسرار کی حفاظت کرتی ہیں۔ ۱۰۔

واضح رہے کہ اسلام کی نظر میں کہ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے روحانی اور معنوی کمالات کی راہ میں گامزن رہنے کے متعلق مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے، تاریخ میں جس طرح بہت سے باعظمت مرد گزرے ہیں اسی طرح بہت سی عظیم و نمایاں کردار کی حامل خواتین بھی گزری ہیں، قرآن کریم میں خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے: إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔

ترجمہ: مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، راستباز مرد اور راستباز عورتیں صابر مرد اور صابر عورتیں، متواضع مرد اور متواضع عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں بیشک ان سب لوگوں کے واسطے خدا نے مغفرت اور ثواب مہیا کر رکھا ہے۔ ۱۱۔

مذکورہ آیت سے یہ ثات ہوتا ہے کہ اسلام نے تمام معنوی و روحانی مقامات اور اعلیٰ انسانی درجات کو مردوں اور عورتوں کے مابین برابری کے ساتھ تقسیم کیا ہے، ان میں سے جو خدا کے لئے کام کرے گا خدا اسے پاکیزہ زندگی عطا کرے گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ

مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔۱۲؎

اسلام کی نظر میں جنس اور صنف یعنی مرد یا عورت ہونا موضوع بحث نہیں ہے بلکہ ارتقائے انسان پر گفتگو کی گئی ہے، اخلاقیات اور تکامل بشری کو معیار قرار دیا گیا ہے صلاحیتوں کو نکھارنے کی بات کہی گئی ہے، ان فرائض کی بات کہی گئی ہے جن کا تعلق کسی بھی صنف سے ہو سکتا ہے، دین پیغمبر میں دونوں کی فطری ساخت، صلاحیت اور استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام اور فرائض کی ادائیگی کے مرحلے میں توازن برتا گیا ہے البتہ ممکن ہے کہ بعض مقامات پر عورتوں کے احکام مردوں سے قدرے مختلف ہوں بالکل اسی طرح جیسے خواتین کی بعض خصوصیات، مردوں سے متفاوت ہوتی ہیں۔

مجموعی طور پر دین اسلام نے عورتوں کے لئے جو شیوہ زندگی پیش کیا ہے اس کا کوئی باشعور اور منصف مزاج انسان منکر نہیں ہو سکتا ہے۔ اسلام، عورتوں کو عفت و پاکدامنی، مرد و عورت کی بے جا آمیزش سے اجتناب، خواتین کے انسانی وقار کے تحفظ اور غیر مردوں کے سامنے سجنے سنورنے اور ان کے سامنے پیش ہونے سے گریز کی دعوت دیتا ہے۔ یہ وہ چند نسخے ہیں جو دنیا کی ہر عورت کے وقار کی ضمانت ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے عورتوں کے لئے تمام مراحل کی پابندی کرتے ہوئے علمی، اقتصادی اور سیاسی فعالیتوں اور سرگرمیوں کے تمام دروازے پوری طرح کھلے ہوئے ہیں اگر کوئی دین کا حوالہ دے کر عورتوں کو ان سرگرمیوں سے محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے، انہیں سماجی امور سے لاتعلق رہنے پر مجبور کرتا ہے تو وہ اسلام کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جہاں تک خواتین کی ضروریات واحتیاج کا تقاضا ہو اور جسمانی توانائی ساتھ دے، ساتھ ہی قانون شریعت کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے وہ ساری جائز سرگرمیاں انجام دے سکتی ہیں لہٰذا خواتین کو چاہئے کہ ایک متمدن معاشرہ اور صالح خانوادہ کی تشکیل و تعمیر میں سرگرم عمل رہیں تاکہ نہ صرف ایک صحتمند سماج منصۂ شہود میں آئے بلکہ عورتوں کا وقار اور ان کی عظمت رفتہ کی بازیابی بھی ہو سکے۔

حوالے:

۱۔ سورۂ اسراء، آیت ۳۱
۲۔ سورۂ تکویر، آیت ۸۔۹
۳۔ سورۂ نساء، آیت ۱
۴۔ سورۂ تحریم، آیت ۱۱
۵۔ سورۂ تحریم، آیت ۵

۶۔ پند تاریخ، موسیٰ خسروی، ج ا، ص ۶۹

۷۔ نہج الفصاحہ، ص ۵۷۰، بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۹

۸۔ key Elbesling, The Faliure of Feminism, P-9, 1999

۹۔ Islam Facts vs Fiction، حامد میر، ص ۱۴، ۲۰۱۶۰ء

۱۰۔ سورۂ نساء، آیت ۳۴

۱۱۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۵

۱۲۔ سورۂ نحل، آیت ۹۷